22 NOV 1996

امت کراچی

سیاسی بحران اور نگراں حکومت

پاکستان اپنی تاریخ کے حسین ترین بحران سے گزر رہا ہے اگرچہ ملک کو مستعدو تحسین مسائل اور چالان درپیش ہیں تاہم ہاں محسوس ہوتا ہے کہ اس کے وجود کا ۵۰ واں سال نہایت بارک اور اہم ہے وہ ہارن کی ایک تم تعریف ہی ہے کہ ایک اپنا ملک جو قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں ایک جمہوری تحریک کے نتیجے میں قائم اور اتحاور جس کی ہر طبقہ فکر کے مسلمانوں نے بدھ چڑھ کر حمایت کی تھی اور جس کے ایران شدہ ایران و مقاصد میں اسلامی اقدار، آزادی، جمہور ہے اور کمائی انصاف کے اصولوں کی بنیاد پر ایک ریاست و معاشرہ کا قیام سر فرمت تھا ان ۵۰ برسوں میں سے بیشتر عرصہ بہ ریاست فوجی آمروں کے زیر تسلط رہی لیکن اس سے بھی زیادہ پریشان کن اور تکلیف دہ صورتحال اس باقی عرصہ میں مشاہدہ میں آئی جب سول شعری بھی مختلف شخصی آمر اور استبداد کی کنڑول کے ذریعے حکومت کرتے رہے۔

چند برسوں کے انٹلی کے ساتھ میں متواترہ مسلسل ان داران، سیاسی عدم استحکام، اقتصادی، اگران اور حقوق انسانی کی تحسین خلاف ورایک نیا کا ساتا رہا جس پر جمہوریت کے نام پر افتہ کر پانے والوں کی من مانی قمرانی مستزاد رہیں جنھوں نے آئین کی پاسبانی کے برعکس مرکزی استبداد پر مشتمل معمرانی کے لئے نمونے پیش کئے ۱۹۸۵ء سے شروع ہونے والے جمہوری حمل کو چیک ایگزیکٹیو کی حیثیت سے ابھر کر آنے والوں کے ہاتھوں العقیدہ رات کی مرکزیت اور مسکین ہے قاعدگیوں اور یہ کمی سے ایک بار پھر سخت نقصان پہنچان وجوہ کی بناء پر بار بار قومی وصوبائی اسمبلیاں تولاتی ہیں ہر بار پارلیمانی جمہوریت کے نام پر عوام پر مرتب ہونے والے اثرات کی پرواہ کئے بغیر تشدد آمیز اور خود غرضانہ رویہ اختیار کرنے والی حکومتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے عوام کو خود ہی میدان میں نکل کر احتجاج کرنے پر جمہور اور اپنزل حرام ہے تغیر حکومت کے خاتمے اور اسینایوں کو توڑنے پر کیوں اصرار کر رہے تھے اور اس بات پر کیوں زور دے رہے تھے کہ نہ صرف نیا مینڈیٹ لینا ضروری ہو گیا ہے بلکہ استحصال کرنے والوں کا احتساب بھی ناگزیر ہو گیا ہے؟ اس حوالے سے معمر ترین بات میں کسی جاسکتی ہے کہ ضرورت آئین پر اس کی رون کے مطابق مطور آمد کی ہوا کرتی ہے لیکن یہ چیدہ چیدہ اور من پسند شتون تملک محمد ور نہیں ہوئی چاہتے بلکہ یہ معمور آمد پر لحاظ سے قبل آئین اور اس کی ہر شق پر رونا ضروری ہے۔

سیلہ نکیر حکومت یہ دعوی کرتی رہی ہے کہ اسے ہر سال کے لئے حکمرانی کا مینڈ ہے حاصل ہے لیکن وہ اس حقیقت سے انجاز متقی ہے اور چشم ہوائی سے کام لیتی ہے کہ مینڈیٹ سیاسی پارٹیوں اور ان کے امیدواروں کو ان کے منشور اور وعدوں کے مطابق عمل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اور اس سارے عمل کو آئین و قانون کے مطابق او حاضروری ہے جمہوریت کا جوہر قانون کی حکمرانی ہے اس میں عوام کی مرضی اور ان کے سینہ میت کا احترام بھی شامل ہے جس پر عملدرآمد کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں اگر مینڈیٹ کے وعدوں کی تضحیک کی جائے، ان پر عملدرآمد نہ کیا جائے، اگر آئین، قانون اور ملک کے ضابطوں اور قاعدوں کی کھلم کھلا خلاف ورزیاں کی جانے لگیں اگر سارے کھیل کے آداب کی پابندی ہی نہ کی جائے تو صرف کسی خاص عرصہ تک اس کھیل کو کھیلنے کی اجازت کے جواز کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

جمہوریت کی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ سیاسی ماحول کی تبدیلی، منشور اور عوام سے کئے گئے وعدوں پر عملدرآمد میں ناکامی، سیاسی و اقتصادی چیلنجوں کا سامنا کرنے کی صلاحیت سے محرومی یا نئی پیدا ہونے والی صورتحال کا ٹھیک ٹھیک اوراک نہ کرنے کی بناء پر اسمبلیاں توڑی جاتی رہی ہیں اور از سر نو انتخابات کرائے جاتے رہے ہیں اگر برطانیہ کو پارلیمانی جمہوریت کے ایک نمونہ کے طور پر لیا جائے تو ہر شخص جانتا ہے کہ جنگ عظیم دوم کے بعد وہاں دو درجن سے زائد انتخابات کا ڈول ڈالا جاچکا ہے جن میں سے ایک درجن سے زائد پارلیمینٹ کو اس کی قانونی مدت پوری کرنے سے قبل توڑا جاچکا ہے جے ایف گریاتھ دمائیکل ریلے نے اپنی کتاب پارلیمینٹ فرائض، مراعات، ضابطے" میں کہا ہے کہ ۱۹۵۱ اور ۱۹۷۴ء میں انتخابات اور قیام پارلیمینٹ کے صرف ایک سال بعد از سر نو انتخابات کرائے گئے تھے۔

اگر نئی صورتحال پیدا ہو جائے تو پارلیمینٹ کو توڑ دینا عام قائدے سے انحراف نہیں ہے اور اسے غیر جمہوری عمل قرار نہیں دیا جا (AV DICEY) ممتاز آئینی ماہر پروفیسر اے دی ڈائیسی سکتا پارلیمینٹ کو توڑنے کے بعد نئے انتخابات کرا دیئے جائیں تو میں پارلیمانی جمہوریت کے بنیادی اصول کا تقاضا ہے جو ایسی واضح، حقیقی اور صریح صورتحال میں ہی پیش آسکتا ہے جب کوئی حکومت رائے دہندگان کے دیئے

ہوئے مینڈیٹ کے مطابق کام کرنے میں ناکام ہوگئی: واور ایسی صورت میں پارلیمینٹ کو توڑنا ناگزیر ہوچکا ہوتا کہ عوام کے پاس نئے مینڈیٹ کے لئے جایا جاسکے جو جمہوریت میں "حقیقی سیاسی حاکم ہوتے ہیں لارڈ ڈاکیسی نے اپنی یادگار کتاب

AN INTRODUCTION TO THE STUDY OF THE LAWOF CONSTITUTION

میں کیا ہے کہ حقیقی سیاسی حاکم (عوام) کا فیصلہ ہی بالآخر حق یا ایک کابینہ کے اختیارات کا تعین کرتا ہے کہ اسے برقرار رکھا جائے یا نہ رکھا جائے۔ دور جدید کا کوئی بھی ماہر آئین اس بات سے اختلاف نہیں کرے گا کہ دار لعوام عوام کو اتھارٹی" قوم کی مرضی اور اس کی نمائندگی کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے اور پارلیمینٹ کو تزونے کا بڑا مقصد یہ ملے کر دینا ہوتا ہے کہ پارلیمینٹ کی مرضی عوام کی مرضی کے تابع ہے اور عوام کی مرضی ہی کو بالادستی حاصل ہے۔

پیپلز پارٹی کی حکومت اکتوبر ۱۹۹۳ء میں برسر اقتدار آئی تھی اپنے دور اقتدار میں وہ تمام اہم پہلوؤں اور اہداف کو پورا کرنے میں نہ صرف بری طرح ناکام رہی بلکہ ان کی سنگینی میں اضافے کا باعث ہی بنی ان اہداف میں نظریاتی، آئینی اور جمہوری پہلو بھی ہیں اور امن وامان، معیشت، خارجہ پالیسی، سماجی وثقافتی ہم آہنگی، غریب وغیر مراعات یافتہ عوام کو انصاف وسہولتوں کی فراہمی کے اہداف بھی شامل ہیں یہ حکومت ہر سطح پر ناکام رہی اس لئے ضروری ہے کہ اس حکومت کی کارکردگی کے چند پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تاکہ آئین کے مطابق حکمرانی میں اس کی ناکامی، ملک کو بدعنوانی، بد انتظامی، ہارس ٹریڈنگ سے نجات دلانے کی بنیادی تبدیلیاں لانے کے مینڈیٹ سمیت نئے انتخابی مینڈیٹ کی ضرورت کا تعین کیا جاسکے۔ (جاری ہے)

گزشتہ سے راست تمام سیاسی پارتیوں کا یہ ایک آئینی اور جمہوری حق ہے کہ دوائی کی نیشن اور مظاہروں کے ذریعے رائے عامہ ہموار کریں اور غیر مسلح پرامن احتجاج کو منظم کریں۔ احتجاج، جلوس اور اجتماع کے نتیجے میں معمول کے ٹریفک یا کاروبار میں رکاوٹ اور رفتہ اگرچہ پڑتا ہے لیکن بہر حال یہ جمہوری عمل کا حصہ ہے اس لئے اجتماع اور مظاہروں کی پرامن سیاسی سرگرمیوں کے نئے سوتیں اور مواقع فراہم کئے جاتے ہیں، یہ حق ہیں آئین دیتا ہے۔ تر تشکیل ۱۵۰۱۴ اور ۱۱۲ اس حق کی توثیق کرتے پاک وخالی وصدپالی حکومتوں کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ دو محض خیالی مفروضوں اور خدشات کی بنا پر مظاہروں پر اسناب اور مین مالی پابند ہیں اور رکار میں کھڑی کر دیں۔

عدالتوں سے اس حق کو بھی تسلیم کیا ہے اور ۲۶ اکتوبر کو قومی سیل کے سامنے دوسرے دھرنے کے موقع پر لاہور ہائی کورٹ کی جائے اس حوالے سے واضع ہے ایسی واضح آئینی انگ کے وجود پیپلز پارٹی کی وفاقی وصوبائی حکومتوں نے تحریک کو روکنے کے لئے ریاستی قوت کا ہر ممکن طور پر استعمال کیا اور اسلام آباد کو باقی ملک سے کاٹ کر رکھ دینے کے لئے خود میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ ستم تحریف یہ ہے کہ یہ وہی منی از پارتی تھی اور پارلیمیت کے سامنے ہی امت اسلامی کے مظاہرے کو روکنے کی ہر محسن کوشش کر رہی تھی جبکہ خود اس نے ۱۹۹۲ء می نواز شریف حکومت کے خلاف لانگ مارچ منظم کرنے کی کوشش کی تھی میری یہ سوچی کبھی رائے ہے کہ ۱۹۹۲ء میں اس وقت کی حکومت کی جانب سے لانگ مارچ کے خلاف طاقت کا استعمال اتنا ہی غیر قانونی اور غیر ضروری تھا جتنا کہ جماعت اسلامی کی پرامن تحریک کے خلاف پیپلز پرٹی کی ہے کہ حکومت کا اقدام غیر ضروری اور غیر قانونی تھا بہر حال اس سے پیپلز پارٹی کی قیادت کا یہ روغان کردار اب عوام کے سامنے آچکا ہے اور اس کے دہرے معیارات سے اب سب واقف ہوچلے ہیں۔ پارلیمینٹ کی ہے توقیری اور بدنامی کا باعث کون بے نظیر خصومت نے پارلیمینٹ اور اس کی بالادستی کا حامی ہونے کا تاثر دینے کی بڑی کوشش کی اس نے جماعت اسلامی اور دوسری پارٹیوں پر الزام عائد کیا کہ وہ پارلیمانی نظام کو ختم کرنا چاہتی ہیں اس نے یہ کوشش بھی کی کہ سب سے جدا کر کے صرف قاضی حسین احمد کو توہین پارلیمیت کا مجرم قرار دیا جائے قاضی حسین احمد کو پارلیمینٹ کے ان ارکان پر نکتہ چینی کرنے پر نشانہ ملامت بنایا گیا جو اس معزز ان کی ہے توتیری اور بدنامی کا باعث بنے تھے انہیں صرف یہ بات کہنے پر برا بھلا کیا گیا کہ پارلیمینٹ کے معزز ایوان کو برائیوں کا گھر بنا دیا گیا ہے اور اسیں ایران پر جو لوگ تابعض ومتصرف میں ان کی اکثریت غیر اخلاقی کاموں اور تحسین جرائم میں ملوث ہے۔

ایسے معزز ایوان پر کمتہ چینی کر کے کسی کو خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ ایسے اداروں کا احترام ہم سب اس لئے کرتے ہیں سہ یکی ادارہ ہماری سیاسی قوت کا محافظ ہے۔ جماعت اسلامی میشہ جمہوری اداروں اور روایات کی حامی رہی ہے اور یہ اس کی بنیادی پالیسی رہی ہے کہ تبدیلی آئینی حمل کے نتیجے میں آئی اچھا اور ان کے برے ہونے کی بنا پر برا ہو جاتا ہے کسی بھی ٹیم کو کھلاڑیوں کے ذریعے پہچانا جاتا ہے مجلس شوری کا صوبائی اسمبلیاں ہوں یا اس حوالے سے کوئی بھی دوسرا (ادارہ) یونیورسٹی، اسپتال، عدلیہ، پولیس یا انتظامیہ ہوا گروہ اس کے لئے مقررہ کم سے کم معیار کو بھی برقرار رکھنے میں ناکام رہے تو میں کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ارکان نے خود ہی اس ادارے کو جدہ ہام درسوا کیا ہے اور اس معززائی ان کے وقار کو گرانے کا باعث بنتے ہیں تالاب میں کوئی خرابی میں ہے لیکن ایک گندی چیلی پارے تالاب کی گندگی کا باعث بن جاتی ہے تو جہاں گندی کھایاں بڑی تعداد میں ہوں اس تالاب کی کثافت کا کیا کرتا؟

اس لئے ایسے لوگوں پر تختہ پھبلی اور تنقید کا مقصد ہر حال ایسے عناصر کی تعمیر اور اس کے نتیجے میں اس معزز اج ان کے وکار، تحریم، اس کی افادیت و سود مندی کی بحال ہونا چاہتے۔

قاضی حسین احمد یا دوسروں کی اسمبلیوں پر نکتہ چینی معمول سے بہت کر کوئی انوکھی بات نہیں یہ سیاست داد ب کا ایک معروف و تسلیم شدہ کلیہ ہے اور عمل ہے۔ سود پر قرضوں کے دینے کے یہودی ادارے کو ٹیم پر لے جس مہارت سے تشبیہ دی اور اس کی صورت گری کی آج کا بیکاری کالن اپنے شائیلاک کے کردار میں ہو بہو تمیم کے حوالے سے اب ایک کلانیکی چیز ہے جس طرح لیگ آف نیشنز کو علامہ اقبال نے کندہ تاتراشیدہ اور شائستگی سے محروم نیچھ قانون قرار دیا تھا، پیرس کی مسجد کو بت کدہ سے تشبیہ دی اور سیاستدانوں کو شیطان قرار دیا تھا یہ سارے محل وشنام طرازی، سرزنش اور علامت نہیں بلکہ ان حساس اداروں کی اور اکی اور متحمیلہ اہمیت کے حوالے سے ان کے ساتھ روار مجھے جانے والے عمل پر تنقیدی تحقیق اور ادبی تبصرہ نگاری ہے یہ صرف ان اداروں کے مفاد میں ہے کہ ایسے تمام لوگوں کی ناکامی پر بھرپور نقد تیرہ کیا جائے جو اس کے رکن تو رہے لیکن ان کی ہے ابعین، بداعمالیوں، اختیارات کے ناجائز اور غلا استعمال کے نتیجہ میں بیلٹ بکس کا تقدس مجروح ہو اور پارلیمیت اور اس کی ذیلی اداروں کی اتھارٹی اور ساکھ متاثر و داندار ہوئی اگر دھاندلی اور طاقت کے استعمال کے ذریعے انتخابی عمل کو تخریب کا نشانہ بنایا جائے تو ایسی صورت میں ایسے انتخابات پر نکتہ چینی کو سرے سے انتخابی عمل کو جمعتادبنا قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ایسی تنقید سے مقصد ان کوششوں کو بے نقاب کرنا ہوتا ہے جو ایسے

اداروں کے تقدس کو پامال کرنے کے حوالے سے کی جارہی ہوتی ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں جو کچھ بھی کیا گیا ہے اس پر دنیا بھر میں کڑی نکتہ چینی کی جاتی رہی ہے اور بھارتی حکومت کے الہامات کو انتخابی عمل کو سبوتاژا کرنے اور اسے جہاد کرنے کی کوشش قرار دیا گیا ہے دراصل اس کتہ چینی کا مقصد ان ہے ضابگیوں کو بے نقاب کرتا ہے اسی طرح اگر پارلیمینٹ کے ارکان کی بڑی تعداد اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام ہو جائے تو ادارے کی بدنامی پر ان کو احتساب کے نئے مامور کیا جانا چاہتے اگر حکومت ہی ایسی پالیسیاں اختیار کرلے جس کے نتیجے میں پارلیت کی ہے توتیری اور اس کے ساتھ نظری امتیازی سلوک کا باعث ہوں تو ایسی حکومت دراصل اس این ادارے کی تکریم اور اس کے وقار کو خراب کرنے کا موجب بنتی ہے اگر بدعنوانی عام ہو، قرضوں کے باربندگان ایران استقرار میں اندار ہے ہوں، ارکان پارلیمان ذاتی خاکدانی مفادات پائوں، ناجائز تقرریوں، تبادلوں اور ترقیاتی فنڈز کی خورد برد میں فوت ہوں تو ایسی صورت حال کی لفظی تصویر کشی اس کے سوا کسی طرح کی جاسکتی ہے۔

نام نھاد ھموامی نمائندوں کے ہاتھوں قومی وسائل کی اوت مار کے سبب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اب عام لوگوں کی نگاہ میں ان لمامحدوں کی عزت واحترام نہیں رہی جو ماضی میں ان کا طرہ امتیاز تھی اس لئے کہ یہ نمائندے عام آدمی کے حوالے سے بھی ذمے داریاں پوری کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں جن عوامی نماکندوں نے قومی وسائل کو لوٹا ہے ان کے عمل کی پاداش صرف اسی تک محدود نہیں رہی لیکن عام آدمی کی نگاہ میں ہر رکن پارلیمان کچھ ایسا ہی بن گیا ہے۔

قومی اور بین الاقوامی ذرائع ابارانی نے ہمارے حکمرانوں کے غیر قانونی کاموں کی جس طرح تشہیر کی ہے اور یہ عنوانیوں کے حوالے سے ہیں جس طرح مطعون کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ان حکمرانوں نے ملک کے لئے یہ اموالا کھایا ہے کہ آج اقوام عالم میں بدعنوانی کے حوالے سے ہمیں دوسرا نمبر دیا جاچکا ہے۔ اگر ہمارے حکمران اپنے طور طریقے درست نہیں کرتے اور حقیقی صحت مندانہ تبدیلی لانے والی گفتہ پھبلی کو بھی خاموش کرانے کے لئے طاقت کا استعمال کرتے ہیں تو بحیثیت ایک قوم ہماری ہے توتیری اور تذلیل کا سلسلہ جاری رہے گا اور قوموں کی برادری میں پاکستان ہدف علامت ومضحکہ بن جائے گا نہ اگر سے ایسا نہ ہو۔

اس لئے گھرانوں کو چاہئے کہ وہ ایسے اقدامات کریں جن کے نتیجے میں یہ گند صاف ہو جس نے ہمارے معاشرے اور سیاست کو بے دین ومضطرب کرر کھا ہے اور جو مسلسل اس کی بادی اور الحفاظ کا ذمہ دار ہے گھرانوں کو فوری طور پر احتسابی عمل پر حضور آمد شروع کر دینا چاہیئے عوام یہ دیکھنا پسند کریں ہے کہ لوٹ مار کرنے والوں اور بالوں سے ان کی بداعمالیوں کا حساب کیا جائے۔

گران حکومت کو مناسب نمائندگی کی بنیاد پر آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کو یقینی بنانا چاہئے، مردم شماری بھی ایک آئینی ضرورت ہے جس میں افسوس ناک حد تک تاخیر کی جاتی ہے حالانکہ انتخابات کا بھرم اور اس کی ساتھ کا بڑی حد تک اس پر انحصار ہے اس کے علاوہ سیاسی پارٹیوں کے لئے لازمی قرار دیا جائے کہ ان کے امیدوار آئین کے آرٹیکل ۶۲ کے مطابق ہوں، نیز الیکشن کمیشن کو بھی آرٹیکل ۶۳ کے تحت ان کے منتخب ہو جانے کے باوجود ان کی پڑتال کے اختیارات دیئے جائیں بلاشبہ بروقت انتخابات ایک آئینی تقاضا ہے لیکن دوسرے آئینی ضرورتوں کو پورا کئے بغیر اس تقاضے کو پورا نہیں کیا جاسکتا مختصر ایسی کہا جاسکتا ہے کہ جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ آئین پر اس کی حقیقی روح کے مطابق مکمل طور پر عمل کیا جائے۔